© rasailojaraid.com

محمد خالد مسعود

اچھے اور برے کے لئے قرآنی الفاظ

(گذشتہ سے پیوستہ: پروفیسر ازتسو کی کتاب سے ترجمہ)

ادھر چند سال پہلے المعارف میں پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے قلم سے ڈاکٹر ازتسو کی کتاب "قرآن مجید میں اخلاقی اصطلاحات" کا ترجمہ پیش کیا جا رہا تھا۔ اس سلسلے کا آخری مقالہ دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا تھا۔ مقام مسرت ہے کہ پروفیسر موصوف (ڈاکٹر محمد خالد مسعود) نے دوبارہ اس زریں سلسلے کو شروع کر دیا ہے۔ اسے قرآن مجید کا معجزہ ہی کہئے کہ کعبہ کو صنم خانے سے پاسباں مل گئے ہیں۔ دیکھئے کہ ڈاکٹر ازتسو نے کس دقت نظر سے قرآن کے بلند اخلاقی تصور کی تصویر کھینچی ہے۔

(رشید احمد)

قرآن کریم میں اچھائی یا برائی کے مجرد تصورات کا کوئی مکمل نظام موجود نہیں۔ اس قسم کی ثانوی درجے کی اخلاقی لغات دراصل نزول قرآن کے بعد فقہا کی مرتب کردہ ہے۔ قرآنی ذخیرۂ الفاظ میں بڑی تعداد میں ایسے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ "اچھا" یا "برا" کیا جا سکتا ہے، لیکن ان میں اکثر دراصل بیانیہ یا علامتی الفاظ ہیں۔ انہیں "قدری" اصطلاحات قرار دینے کے لیے ہمارے نیکی کے تصور کی مخصوص دینی نوعیت کی سب سے واضح مثال لفظ "صالح" ہے جو دینی اخلاقی کمال کے بیان کے لیے قرآن کریم میں بہت کثرت سے آیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صالح

لفظ ''صالح'' کا ترجمہ عام طور پر ''نیک'' کیا جاتا ہے جب کہ اس کا ترجمہ ''اچھا'' بھی ہو سکتا ہے۔ تاہم یہ بحث ثانوی ہے کہ ترجمہ ''نیک'' صحیح ہے یا غلط۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ قرآنی سیاق میں اس لفظ کے حقیقی بیانیہ عنصر کو الگ کر کے دیکھنا ضروری ہے۔

سب سے پہلے تو یہ وضاحت ضروری ہے کہ ''ایمان'' اور ''صالح'' کے الفاظ کے درمیان بہت مضبوط اور اٹوٹ معنویاتی رشتہ ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے سایہ وجود سے جدا نہیں ہو سکتا۔ جہاں ایمان ہے وہیں ''صالحات'' یعنی نیک اعمال' حتیٰ کہ یہ کہنا بلا جواز نہیں کہ ایمان کی صحیح تعریف ''صالحات'' کے بغیر اور ''صالحات'' کی تعریف ''ایمان'' کے بغیر نہیں کی جا سکتی۔ مختصراً یوں کہئے کہ ''صالحات'' ظاہری اعمال کی شکل میں ایمان کا مکمل اظہار ہیں۔ چنانچہ یہیں سے یہ عبارت تشکیل پاتی ہے: ''الذین امنوا وعملوا الصلحت'' (جو لوگ ایمان لائے اور صالحات یعنی نیک اعمال کیے) قرآن کریم میں یہ جملہ سب سے زیادہ استعمال ہونے والی عبارت ہے۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اس وقت تک مومن نہیں کہلاتے جب تک ان کے اندرونی یقین اور ایمان کے اظہار ایسے اعمال کی صورت میں سامنے نہیں آتا جن کو صالح کہا جا سکے۔

> ''والذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک اصحب الجنه فیها خلدون'' (۲ : ۲۸)
>
> ''اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں' وہ جنت کے مالک ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔''

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ قرآنی تعلیمات میں ''ایمان'' اور ''عمل صالح'' کے درمیان یہ مضبوط رشتہ بعد میں علم الکلام کا بنیادی مسئلہ بن گیا۔ کیونکہ ''جو لوگ ایمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائے اور نیک عمل کیے" کی دو بالکل متضاد تعبیرات ممکن ہیں۔ ایک طرف تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں عناصر یعنی ایمان اور عمل صالح ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور نہیں کیا جا سکتا گویا "ایمان" اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ نیک عمل موجود نہ ہو۔ بعینہٖ یہی خوارج کا عقیدہ تھا۔

دوسری جانب یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم نے چونکہ "ایمان" اور "صالحات" کو دو مختلف مستقل تصورات کے طور پر ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں الگ چیزیں ہیں، اس نقطہ نظر کے مطابق جو مرجئہ کا عقیدہ تھا، ایمان ایک مستقل بالذات عنصر ہے جو اپنے مکمل ہونے کے لیے اور چیز کا محتاج نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر دونوں تصورات ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ ہیں کہ گویا ناقابل تقسیم اکائی ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو الگ عناصر کے طور پر کیوں بیان فرمایا۔ بہرکیف یہ مسئلہ نہ تو قرآن کا موضوع ہے اور نہ ہمارا۔ ہم قرآن حکیم کی طرف واپس آتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ "نیک اعمال" سے کون سے عمل مراد ہیں۔ مذکورہ آیت کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اچھے اعمال سے مراد نیکی یا پارسائی کے ایسے کام ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے۔ اگلی آیت ایک عہد کا ذکر کرتی ہے جو بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے کیا۔ اس میں صالحات کی فہرست دی گئی ہے جن میں مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کا ذکر ہے: (۱) صرف خدا کی عبادت۔ (۲) والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور ضرورت مندوں سے اچھائی (نرم دلی، صلہ رحمی، احسان) کا سلوک۔ (۳) ہر شخص سے نرمی سے بولنا۔ (۴) نماز۔ (۵) زکوٰۃ۔

مندرجہ ذیل دو آیات میں سے ایک میں خالص توحید کو "نیک اعمال" کا حصہ بتایا گیا ہے۔ جبکہ دوسری آیت میں مذکورہ بالا عناصر میں سے آخری دو یعنی نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادہ ربہ احدا"

(۱۸ : ۱۱۰)

"کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے' چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔"

"ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت واقاموا الصلوہ وآتوا الزکوہ لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون" (۲ : ۲۷۷)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوہ دیتے رہے' ان کو ان کے کاموں کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن' ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔"

اگلی آیت میں اس تکبر اور سرکشی کے رویے کا ذکر ہے جو حضرت نوح کے بیٹے نے احکام خداوندی کے خلاف اختیار کیا۔ آیت میں اسے غیر صالح عمل قرار دیا گیا ہے۔

"قال ینوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح، فلا تسئلن مالیس لک بہ علم" (۱۱ : ٤٦)

"خدا نے فرمایا: اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے' وہ تو ناشائستہ افعال کرتا ہے۔ تو جس چیز کی تم کو حقیقت معلوم نہیں' اس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو۔"

لفظ صالح صرف انسانی کردار کی صفت بیان نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر اوقات انسان کی ایک خاص نوع کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اس موضوع پر چند مثالوں کا تجزیہ کیا جائے تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصطلاح کے معنوی عناصر کی مزید صراحت ہوتی ہے۔ ہم اس کا آغاز قرآن کریم کی ان آیات سے کرتے ہیں جہاں صالح آدمی کی لفظی تعریف ملتی ہے۔

"من اهل الکتب امه قائمه یتلون آیت الله آناء الیل وهم یسجدون یومنون بالله والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصلحین" (۳ : ۱۱۳۔۱۱۴)

"ان اہل کتاب میں کچھ لوگ (حکم خدا پر) قائم ہیں۔ جو رات کے وقت خدا کی آیتیں پڑھتے اور اس کے آگے سجدے کرتے ہیں۔ (اور) روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں۔ یہی لوگ نیکو کار ہیں۔"[1]

ذیل کی آیت میں بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ خیرات بھی ایک ایسا عمل ہے جو صالح آدمی کے خصائص میں سے کم از کم ایک صفت کو بیان کرتا ہے۔

"وانفقوا من ما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصلحین" (۶۳ : ۱۰)

"اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے' اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صالحین میں شمار کیا گیا ہے۔ "وہ اپنے پالنے میں لوگوں سے گفتگو کرے گا اور وہ صالحین میں سے ہو گا۔" (آل عمران:۴۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی سورت میں چند آیات پہلے حضرت یحیٰی کو بھی صالحین میں سے ایک نبی بتایا گیا ہے۔ (آیت نمبر ۳۴)

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات مومنین کو بہت مخصوص انداز میں اللہ کے صالح بندے بتایا جاتا ہے۔

"ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون" (۲۱ : ۱۰۱)

"اور ہم نے زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکو کار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔"

"وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین" (۲۷ : ۱۹)

"اور (حضرت سلیمان) کہنے لگے کہ اے پروردگار! مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں' ان کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔"

قرآن کریم میں صالحات کے مقابل اور متضاد کے طور پر "سیئات" کا لفظ ہے' جس کا مادہ س۔و۔ ٔ ہے۔ اس مادے کے بارے میں آئندہ گفتگو ہو گی۔ یہاں چند آیات کا ذکر کافی ہو گا جن میں لفظ صالح کے مقابل میں سوٴ یا اس کے مشتق الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ پہلی آیت میں بار بار استعمال ہونے والا جملہ یعنی جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے' اس کے مقابلے میں اسی طرح کا ایک جملہ آتا ہے' وہ جنہوں نے برائیاں کیں۔ واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر صالحات کا مطلب نیک اعمال ہیں تو سیئات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا مطلب برے اعمال ہیں۔

"ام حسب الذين اجترحوا السيئات ان نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصلحت سواء محياهم ومماتهم، ساء ما يحكمون"

(٤٥ : ٢١)

"جو لوگ برے کام کرتے ہیں' کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہو گی۔ یہ جو دعوے کرتے ہیں' برے ہیں۔"

اگلی آیت میں صالح سیئہ کی ضد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

"من عمل سيئه فلا يجزى الا مثلها ومن عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مومن فاولئک يدخلون الجنه يرزقون فيها بغير حساب"

(٤٠ : ٤٠)

"جو برے کام کرے گا' اس کو بدلا بھی ویسا ملے گا اور جو نیک کام کرے گا' مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے۔ وہاں ان کو بے شمار رزق ملے گا۔"

"سیئہ" "سیئی" (اسم صفت) کا اسم ہے۔ ذیل میں ایک مثال دی جاتی ہے' جس میں یہ اسم صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے اور اس کا موصوف عمل ہے جو محذوف ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ اصلاح عمل صالح کے مقابلے میں استعمال ہوئی ہے۔

"ولمن حولكم من الاعراب منفقون ومن اهل المدينه مردوا على النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم، سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا، عسى الله ان يتوب عليهم، ان الله غفور رحيم" (٩ :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۰۱-۱۰۲)

"اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض شہر والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے' ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دہرا عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا لیا تھا۔ قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے' بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

سوء اسی مادے کا ایک اور اسم ہے۔ یہ لفظ بھی صالح کے متضاد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اور اس طرح اس کے وہی معنی ہیں جو سیئہ کے ہیں۔ ذیل کی آیت کو مندرجہ بالا آیت سے موازنہ کرتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ دونوں آیتوں کا عمومی سیاق ایک ہی ہے۔

"من یعمل سوء یجزبه ولا یجدله من دون الله ولیا ولانصیرا ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وهو مومن فاولئک یدخلون الجنه ولایظلمون نقیرا" (٤ : ١٢٣-١٢٤)

"جو شخص برے عمل کرے گا' اسے اس (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خدا کے سوا کسی کو حمایتی پائے گا نہ مددگار۔ اور جو نیک کام کرے گا' مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔"

بہرکیف سوء' سیئہ کا صحیح متضاد "صالح" نہیں ہے بلکہ ایک اور لفظ "حسن" ہے۔ سوء کی معنویاتی ساخت کا ذکر ایک مرتبہ پھر آئے گا' جب حسن کی بحث ہو گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برّ

اگرچہ شکل میں اور صیغے میں مختلف ہے لیکن لفظ برّ معنی کے اعتبار سے صالح کے قریب ہے۔ برّ ایسا لفظ ہے جو قرآن کریم میں استعمال ہونے والی اخلاقی اصطلاحات میں سب سے مشکل لفظ ہے۔ تاہم اس لفظ کے بنیادی معنویاتی ڈھانچے کے بارے میں سراغ کے لیے اس کا موازنہ لفظ صالح سے کرنا مفید ہو گا۔ تاہم لفظ صالح کا تجزیہ ہم کر چکے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ صالح کی معنویات کی تشکیل میں انسانی تعلیمات میں اور محبت کو ایک اہم عامل کی حیثیت دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور غریبوں کو کھانا کھلانا' دو نمائندہ عناصر کے طور پر تقریباً ہم مرتبہ اعمال کی صورت میں بیان ہوئے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہاں کسی تعجب کی ضرورت نہیں کیونکہ مجموعی طور پر قرآن کریم میں انسانی معاشرتی زندگی میں عدل اور محبت کو بہت نمایاں طور پر اہمیت دی گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں تقویٰ یا نیکی اس وقت تک نیکی نہیں کہلا سکتی جب تک اس سے ایسے افعال کا ظہور نہ ہو جن میں دوسروں کے ساتھ عدل اور محبت کے برتاؤ کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔

برّ اسی نکتے کی مزید تائید فراہم کرتا ہے۔ سورہ البقرہ کی انتہائی اہم آیت جس کا ہم پہلے بھی کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں۔ کم از کم قرآنی تعلیمات کے عمومی تناظر میں اس لفظ کی سیاقی تعریف بیان کرتی ہے۔

"لیس البر ان تولوا وجوھم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکہ والکتب والنبیین وآتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین فی الرقاب واقام الصلوہ واتی الزکوہ و الموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصبرین بالبا ساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واولئک ھم المتقون" (۲ : ۱۷۷)

"نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوہ دیں اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کار زار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی خدا سے ڈرنے والے ہیں۔"

ان آیات میں سچے "برّ" کے جن عناصر کا ذکر کیا گیا ہے، ان پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت یہ ان عناصر سے ذرا بھی مختلف نہیں جو صالحات کا مفہوم سچے ایمان کے تحت بیان ہوا ہے۔ ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کا ترجمہ مختلف زبانوں میں مختلف کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ تقویٰ بھی کیا جا سکتا ہے، نیکی اور مہانی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں سے کوئی سا ترجمہ اپنے طور پر لفظ کے اصلی معنی کا حق ادا نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں ان معنی کے علاوہ اور دوسرے معنی بھی شامل ہیں۔ قرآن کریم سے جو مزید مثالیں پیش کی جا رہی ہیں، ان سے "برّ" کے پیچیدہ معانی کے مختلف پہلوؤں کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

برّ اور تقویٰ

اوپر جس آیت کا ذکر ہوا، اس میں "برّ" کا خوف خدا (تقویٰ) کے ساتھ تعلق بہت واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ کیونکہ اس میں تاکیداً کہا گیا ہے کہ صرف وہ لوگ جو اپنے تمام سماجی اور دینی فرائض جو برّ کے تحت آتے ہیں، بجا لاتے ہیں۔ مخلص یا سچے (الذین صدقوا) مومن یا سچے متقی کہلانے کے حق دار ہیں۔

اسی طرح یہ آیت بھی بتاتی ہے کی سچی نیکی بے معنی رسومات پر اصرار کا نام نہیں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ اللہ سے ڈرنے کا نام ہے۔

"ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا" (۲ : ۱۸۹)

"نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے آؤ۔[۲] بلکہ نیکو کار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔"

"وتناجوا بالبر والتقوی، واتقوا اللہ الذی الیہ تحشوون" (۵۸ : ۹)

"نیکو کاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا اور خدا سے جس کے سامنے جمع کیے جاؤ گے' ڈرتے رہنا۔"

برّ اور خیرات

"لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیئ فان اللہ به علیم" (۳ : ۱۹۳)

"جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (راہ خدا میں) صرف نہ کرو گے' کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے اور جو چیز تم صرف کرو گے' خدا اس کو جانتا ہے۔"

شاید مندرجہ ذیل آیت میں برّ خیرات کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

"اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون" (۲ : ٤٤)

"(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کیے دیتے ہو' حالانکہ تم کتاب (خدا) بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برّ اور والدین سے حسن سلوک

"و کان تقیا و برّ ابو الدیہ و لم یکن جبارا عصیا" (۱۹ : ۳۱-۳۲)

"اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بتایا ہے) اور سرکش اور بد بخت نہیں بنایا۔"

برّ اور انصاف

"لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین و لم یخرجو کم من دیار کم ان تبرو ھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین" (۶۰ : ۸)

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا' ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا۔ خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

اس آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ قسط (انصاف) برّ کے قریب قریب' ہم معنی استعمال ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ برّ ایسے تمام افعال کے لیے ایک جامع لفظ ہے جو محبت اور نیکی کے جذبے سے اور خوف کی مذہبی واردات کے زیر اثر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں قسط کا مفہوم بہت محدود ہے۔ یہ عام طور پر باہمی معاملات میں انصاف یا غیر جانبداری کے قانونی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر یہ لفظ کسی مقدمے کے فیصلہ کے لیے بولا جاتا ہے۔

"فان جاء و ک فاحکم بینھم او اعرض عنھم و ان تعرض عنھم فلن یضرو ک شئیا و ان حکمت فاحکم بینھم بالقسط – ان اللہ یحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المقسطین" (۵ : ۴۲)

"اگر یہ (یہود جو اسلام دشمن تھے) تمہارے (حضرت محمد ﷺ) کے پاس (کوئی مقدمہ فیصل کرانے کو) آئیں تو تم ان میں فیصلہ کر دینا یا اعراض کرنا اور اگر ان سے اعراض کرو گے تو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور اگر فیصلہ کرنا چاہو تو انصاف کا فیصلہ کرنا کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

"ولکل امه رسول، فاذا جاء رسولهم قضی بینهم بالقسط وهم لایظلمون" (۱۰ : ۴۷)

"ہر ایک امت کی طرف پیغمبرؑ بھیجا گیا۔ جب ان کا پیغمبرؑ آتا ہے تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا۔"

یہ بات غور طلب ہے کہ "قسط اور انصاف کے ساتھ فیصلہ" کے مقابلے میں "ظلم برداشت نہ کرنا" مساوی مفہوم میں بیان ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سیاق و سباق میں قسط واضح طور پر ظلم کے متضاد ہے۔ یہ ایسا نکتہ ہے جو ہمیں قسط اور ظلم دونوں کے معنی سمجھنے میں بہتر مدد دے سکتا ہے۔

توقع کے عین مطابق قرآن کریم کے نقطہ نظر سے انصاف کا حتمی پیمانہ مشیت ایزدی کا فراہم کردہ ہے۔ مختصر لفظوں میں قسط کی حتمی بنیاد وحی ہے۔ یہ نکتہ ذیل کی آیات سے بہت واضح طور پر سامنے آتا ہے۔

"ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الکفرون، وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو کفاره له ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الظلمون" (۵ : ۴۴-۴۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی کافر ہیں اور ہم نے ان کے لیے (تورات میں) یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلا ہے۔ لیکن جو شخص بدلا معاف کر دے، وہ اس کے لیے کفارہ ہو گا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔"

یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ بہت سے مقامات پر قسط ----- مساوات اور عدل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ایک نمائندہ مثال گواہ کی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ مکمل طور پر غیر جانبدار ہو اور اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کی وجہ سے کسی طرف نہ جھکے۔

"یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون" (۵ : ۸)

"اے ایمان والو! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کو چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی چیز پرہیز گاری کی بات ہے۔ اور خدا سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔"

"انصاف کے ساتھ" کے صحیح معنی مندرجہ ذیل آیات سے مزید واضح ہوتے ہیں۔ خاص طور پر پہلی آیت اس ضمن میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے:۔

"یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما" (۴ : ۱۳۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

”اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لیے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔“

ذیل کی آیت میں قرض کے معاملے کا قانونی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

”یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ، ولیکتب بینکم کاتب بالعدل--- ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذلکم اقسط عنداللہ“ (۲ : ۲۸۲)

”مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے۔۔۔۔ اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا۔ یہ بات خدا کے نزدیک زیادہ قرین قیاس ہے۔“

یہ لفظ تجارت میں معاہدے اور معیارات کے حوالے سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں پورا تولنے اور پورا ناپنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ ذیل کی مثال اس کے لیے کافی ہے۔

”ویقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط، ولاتبخسوا الناس اشیاء ھم ولاتعثوا فی الارض مفسدین“ (۱۱ : ۸۵)

”اور اے قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔“

عربی زبان میں ایک اور لفظ بھی ہے جو ناپ تول میں بے انصافی کے مخصوص مفہوم میں قسط کے متضاد کے طور پر تقریباً اصطلاحی معنی رکھتا ہے۔ یہ لفظ ہے ”طفف“ جس کے لفظی معنی ہیں، کم تولنا یا کم ناپنا۔ یہ لفظ قرآن کریم میں بہت ہی اہم مقام پر استعمال ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاق و سباق سے اس لفظ کی لفظی تعریف بھی مل جاتی ہے۔

"ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون و اذا کالوھم او وزنوھم یخسرون" (۸۳ : ۱-۳)

"ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا کرلیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔"(۲)

اوپر سورہ البقرہ کی آیت ۲۸۲ کے حوالے سے ہم "قسط" کے ہم معنی لفظ "عدل" کا ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں لفظوں کے درمیان قریبی تعلق کے ثبوت کے لیے دو اور مثالیں دے رہے ہیں۔ پہلی مثال میں قسط کا لفظ پہلے حصے میں آیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں یہی عدل کے معنی بیان کرتا ہے۔

"وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الاتعدلوا فواحدہ او ماملکت ایمانکم ذلک ادنی الاتعولوا" (٤ : ٣)

"اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (ان کے سوا) جو عورتیں تم کو پسند ہوں' دو دو یا تین تین یا چار چار' ان سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔"

"وان طائفتن من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتّی تفئی الی امر اللہ فان فاء ت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطو- ان اللہ یحب المقسطین" (٤٩ : ٩)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے' پس جب وہ رجوع لائے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

ذیل کی آیت خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں عدل کے مفہوم کا مرکزی نقطہ واضح کرنے کے لیے اس کا تقابل "میل" یعنی جانبداری یا پسند سے کیا گیا ہے کہ عدل اپنے معنوں میں میل یعنی جانبداری کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔

"ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلاتمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقه" (٤ : ١٢٩)

"اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہ کر سکو گے تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو (ایسی حالت) میں چھوڑ دو کہ گویا ادھر میں لٹک رہی ہو۔"

فساد

لفظ "فساد" (یا اس کا صیغہ فعل افسد) بہت جامع لفظ ہے۔ اس لفظ کے استعمال کے غیر مذہبی سیاق کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہر قسم کی برائی کے لیے بولا جاتا ہے۔ خود قرآن کے اندر بھی اس لفظ کے غیر مذہبی استعمال کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سورۂ یوسف میں چوری کو اسی لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

"قالوا تاالله لقد علمتم ماجئنا لنفسد فی الارض وما کنا سارقین"
(١٢ : ٧٣)

"وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم! تم کو معلوم ہے کہ ہم (اس) ملک میں اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں۔"

یہ بات حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کہی ہے جن پر عزیز مصر کے پیالہ چرانے کا الزام ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں بھی یہ لفظ غارت گری کے ان افعال کے لیے استعمال ہوا ہے جو یاجوج ماجوج نے روئے زمین پر برپا کیے تھے۔

"قالوا یذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا" (۱۸ : ۹۴)

"ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں۔ بھلا ہم آپ کے لیے خرچ (کا انتظام) کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں۔"

ایک اور آیت میں جسے قرآن کریم کے نقطۂ نظر سے "مذہبی" سیاق سمجھنا چاہیے' یہی لفظ قوم لوط کی قبیح عادت کے لیے استعمال ہوا ہے جس کے لیے سدوم بدنام تھا۔

"ولوطا اذ قال لقومه انکم لتاتون الفاحشه ماسبقکم بھا من احد من العلمین ائنکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل وتاتون فی نادیکم المنکر فما کان جواب قومه الا ان قالوا ائتنا بعذاب الله ان کنت من الصدقین قال رب انصرنی علی القوم المفسدین" (۲۹ : ۲۸-۳۰)

"اور لوطؑ (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (عجب) بے حیائی [۴] کے مرتکب ہوتے ہو۔ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا۔ کیا تم (لذت کے ارادے سے) لونڈوں کی طرف مائل ہوتے اور (مسافروں کی) رہزنی کرتے ہو۔ اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔ [۵] تو انکی قوم کے لوگ جواب میں بولے تو یہ بولے کہ اگر تم سچے ہو تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم پر عذاب لے آؤ۔ (لوطؑ نے) کہا' اے میرے پروردگار! ان مفسدوں
کے مقابلے میں مجھے نصرت عنایت فرما۔"

یہی لفظ فرعون کے کردار کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو بلا جواز بنی اسرائیل پر ظلم ڈھا رہا تھا۔

"ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا یستضعف طائفه منھم
یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم انه کان من المفسدین" (۱۸ : ٤)

"فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔ وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا
تھا۔ ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو
ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بے شک وہ مفسدوں میں سے
تھا۔"

ایک اور آیت میں یہ لفظ مصر کے ان جادوگروں کے لیے استعمال ہوا ہے جو فرعون کے دربار سے وابستہ تھے۔ یہاں سیاق کلام میں وہ مشہور واقعہ ہے جس میں فرعون کے دربار میں جادو کا مقابلہ ہوا۔

"قال موسیٰؑ ماجئتم به السحر ان الله سیبطله ان الله لایصلح عمل
المفسدین" (۱۰ : ۸۱)

"حضرت موسیٰؑ نے کہا جو چیزیں تم بنا کر لائے ہو' جادو ہے۔ خدا اس کو
ابھی نیست و نابود کر دے گا۔ خدا شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا۔"

خاص مذہبی سیاق میں اکثر یہ لفظ کفر کے محدود معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
یہاں ہم چند مخصوص مثالیں پیش کرتے ہیں' جن میں سے پہلی مثال میں مفسد سے مراد کافر ہیں۔ خصوصاً تکذیب دین کے حوالے سے۔ یہ بات آیت کے عمومی سیاق و سباق سے واضح ہو جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ومنهم من يومن به ومنهم من لايومن به وربک اعلم بالمفسدين"

(۱۰ : ۴۰)

"اور ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ اس پر ایمان لے آئے ہیں' اور کچھ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لائے۔ اور تمہارا پروردگار شریروں سے خوب واقف ہے۔"

"الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدنهم عذابا فوق العذاب بما كانوا يفسدون" (۱۶ : ۸۸)

"جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) خدا کے رستے سے روکا' ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے۔ اس لیے کہ وہ شرارت کیا کرتے تھے۔"

"وما من اله الا الله، وان الله لهو العزيز الحكيم فان تولوا فان الله عليم بالمفسدين" (۳ : ۶۳)

"اور خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک خدا غالب اور صاحب حکمت ہے تو اگر یہ لوگ پھر جائیں تو خدا مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔"

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ یہی لفظ ایک آیت مین کافروں کے نقطۂ نظر سے توحید پرستوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ سیاق میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ توحید کی تحریک پھیلنے سے روایتی بت پرستانہ رواج کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا' اسے "زمین میں فساد" کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

"وقال الملا من قوم فرعون اتذر موسى وقومه ليفسدوا في الارض ويذرك وآلهتك" (۷ : ۱۲۷)

"اور قوم فرعون کے جو سردار تھے' کہنے لگے کیا آپ موسیٰؑ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں خرابی کریں اور آپ سے اور آپ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معبودوں سے دست کش ہو جائیں۔"

معروف اور منکر:

معروف

عربی زبان میں بہت سے الفاظ ہیں جو "اچھا" کے ہم معنی یا اس کے قریب قریب ہیں۔ ان میں معروف کا ایک خاص مقام ہے کیونکہ یہ ایک ایسی فکر کا نمائندہ معلوم ہوتا ہے جو ماضی بعید سے تعلق رکھتی ہے۔ متاخر مفسرین عموماً معروف کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جسے شریعت نے جائز قرار دیا ہو۔(۶) لیکن ظاہر ہے یہ تفسیر اس صورت حال کی غمازی کرتی ہے جو اسلام کے کلاسیکی عہد (دوسری اور تیسری صدی ہجری) سے مخصوص ہے۔ یہ لفظ کی اصل خصوصیات کو ظاہر کرنے کے بجائے مخفی رکھتی ہے۔ "معروف" کا تصور "شرع" کے مفہوم سے بہت قدیم ہے۔

معروف کا تصور قبائلی اخلاقیات جن کا جاہلیہ سے خصوصی تعلق تھا مربوط ہے۔ روبن لیوی نے بہت صحیح کہا ہے کہ یہ لفظ اور اس کا متضاد لفظ "منکر" قرآن کریم میں نیکی (اور برائی) کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن حکیم نے قبائلی اخلاقیات کی اصطلاحوں کو اپنا کر انہیں نئے اخلاقی نظام کا لازمی حصہ بنا دیا تھا۔(۷)

معروف کا لغوی معنی ہے: "جانا ہوا" یعنی جانی پہچانی چیز جو سماجی طور پر بھی قابل قبول ہو۔ اس کا متضاد لفظ "منکر" بعینہ اس لیے ناقابل قبول اور مذموم ہے کہ وہ "جانی پہچانی" نہیں ہے۔ خارجی اور بیرونی ہے۔ قبائلی معاشرے جن کی تہذیبی صورت حال زمانہ جاہلیت کے عرب قبائل سے ملتی جلتی ہو' وہ عربوں ہی کی طرح معلوم اور مانوس چیزوں کو اچھی اور اجنبی چیزوں کو بری سمجھتے ہیں۔(۸)

ہم یہاں جاہلی زمانہ کے ایک شاعر مسافع العبسی کا ایک شعر پیش کرتے ہیں جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبیلہ بنو عامر کا مرثیہ کہتے ہوئے انہیں قابل تقلید لوگ بتاتا ہے۔

اولاک بنو خیر و شر کلیھما

میعا و معروف بھا و منکر

(ترجمہ): ''یہ وہ لوگ تھے جو ایک ہی وقت میں اچھے (دوستوں کے لیے)' اور برے (دشمنوں کے لیے) دونوں تھے۔ وہ (دوستوں کے لیے) معروف کا سبب اور (دشمنوں کے لیے) منکر کا سبب تھے۔''

لیکن لفظ ''معروف'' کا مصدر کچھ بھی ہو قرآن کریم میں درحقیقت اور بھی محدود معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ بہتر ہو گا کہ پہلے ہم ایک آیت کا جائزہ لیں تاکہ ہمیں یہ پتہ چل سکے کہ قرآن نے اس لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس آیت کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رض کو تنبیہ کے طور پر کہا گیا ہے۔

''ینساء النبی لستن کاحد من النسآء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا'' (الاحزاب : ٣٢)

''اے نبی کی بیویو! تم عام لوگوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرو تو تم (اپنے خاوندوں کے علاوہ دوسرے مردوں سے) بولنے میں نزاکت مت کرو۔ مبادا ایسے شخص کو جس کے دل میں خرابی ہے' خواہش پیدا ہو۔ ان سے معروف الفاظ میں بات کرو۔''

سیاق سے واضح ہے کہ ''معروف الفاظ'' کا مطلب ایسا طرز کلام ہے جو حقیقتاً ایک نبی کی بیوی کے شایان شان ہو۔ یعنی ایسا طرز کلام جو اتنا عزت مندانہ اور پر وقار ہو کہ کسی طرح بھی ایسے لوگوں کے جن کے دلوں میں مرض ہے (یعنی جو شہوانی خواہشات کے اسیر ہیں) سفلی جذبات ابھرنے کا موقع نہ دیں۔

ذیل کی آیت سے معروف کے معنویاتی عناصر پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کا موازنہ ایسے طرز عمل سے کیا گیا ہے جسے معروف نہیں کہا جاسکتا۔

"واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکو هن بمعروف او سرحو هن بمعروف ولا تمسکو هن ضرارا لتعتدوا و من یفعل ذلک فقد ظلم نفسه" (البقرہ : ۲۳)

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو تو جب تک وہ مقررہ مدت گزار لیں تو یا تو معروف طریقے سے انہیں روک لو یا معروف طریقے سے چھوڑ دو۔ ان کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے نہ روکو۔ جس نے ایسا کیا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔"

"مطلقہ عورتوں کو معروف طریقے سے روکنا" کے بالمقابل "انہیں مجبور کر کے رکھنا" بیان کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ معروف سے مراد گویا "صحیح طریقہ" ہے۔ اور یہاں صحیح کا مطلب جاہلی طرز معاشرت کے ضمن میں صرف یہ ہے کہ جو روایتی طور پر معلوم اور پسندیدہ ہو۔ تاہم قرآنی مفہوم میں "صحیح" کا مصدر روایت (قبائلی) نہیں بلکہ مشیت الٰہی ہے۔ یہ مفہوم اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس آیت میں "معروف طریقے سے پیش نہ آنے کو" "ظلم' عدوان" اور اپنے ہی ساتھ زیادتی" بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے' یہ وہ عبارات ہیں جو عام طور پر کافروں کا طرز عمل بیان کرتے وقت استعمال ہوتی ہیں۔

اتفاق کی بات ہے کہ جس آیت کا ابھی ذکر ہوا ہے' وہ مطلقہ بیوی کے بارے میں قانون سے تعلق رکھتی ہے۔ اب یہ لفظ معروف کی ایک مزید خصوصیت ہے کہ قرآن کریم کی آیات احکام میں اس کا استعمال بے حد مناسب لگتا ہے۔ خاص طور پر جہاں احکام کا تعلق خاوند اور بیوی کے درمیان' والدین' اولاد اور رشتہ داروں کے ساتھ عائلی معاملات میں اخلاقی ذمہ داریوں سے ہو۔ سورہ البقرہ کی مندرجہ ذیل آیت اسی بات کی ایک اور مثال ہے۔

"واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلو هن ان ینکحن ازواجهن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اذا تراضوا بینھم بالمعروف" (البقرہ : ۲۳۲)

"جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مقررہ مدت پوری کر لیں تو ان کو (نئے) شوہروں سے نکاح سے نہ روکو' جب معروف طریقے سے آپس میں راضی ہوں۔"

"بالمعروف" کی ترکیب اس آیت میں تقریباً وہی مفہوم ادا کرتی ہے جو مثلاً "مقررہ قواعد و ضوابط کے مطابق" کی عبارت ادا کرتی ہے۔ بیضاوی اس کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

"قانونی قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اور مروجہ قانون انسانیت کے مطابق۔"

"والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعہ وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف- لاتکلف نفس الا وسعھا ولاتضار والدہ بولدھا ولامولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذالک فان اراد فصالا عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما اتیتم بالمعروف" (البقرہ : ۲۳۳)

"اور مائیں پورے دو سال تک اپنے بچوں کو دودھ پلائیں جو شیرخوارگی کی مدت مکمل کرنا چاہے۔ اور جس کا بچہ ہے' ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدہ (معروف) کے موافق اس کے ذمے ہے۔ کسی شخص پر اس کی برداشت سے باہر ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی۔ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے۔ یہی ذمہ داری وارث کی ہے۔ اگر دونوں اپنی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔ اور اگر تم اپنے بچوں کو کسی انّا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔ جب تم قاعدہ کے مطابق جو طے کیا ہے' ان کے حوالے کر دو۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یا ایھا الذین امنوا لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ط ولا تعضلو ھن لتذھبوا ببعض ما آتیتمو ھن الا ان یاتین بفاحشہ مبینہ۔ وعاشرو ھن بالمعروف" (النساء: ۱۹)

"اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ جبراً عورتوں پر قابض ہو جاؤ اور ان کو اس لیے نہ روکو کہ جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے' اس میں کا حصہ وصول کرو۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں' ان عورتوں کے ساتھ معروف طریقے سے گزران کرو۔"

"ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیرہ وان جاھدا علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا" (لقمٰن: ۱۴-۱۵)

"تو میری اور اپنے والدین کی شکرگزاری کر۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرا' جس کا تجھے علم نہ ہو۔ ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ معروف طریقے سے بسر کرنا۔"

منکر

معروف صورت کے اعتبار سے منکر کا متضاد ہے جس کا مطلب لغوی طور پر نامعلوم یا اجنبی ہے اور بعینہ اسی وجہ سے اس کا مطلب "ناپسندیدہ" یا "برا" بنتا ہے۔ قرآن کریم میں نبی اور مومنوں کو بار بار بہت زور دے کر اس بات کی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ معروف کا حکم دیں اور منکر سے منع کریں۔ اس ترکیبی شکل میں دونوں اصطلاحات بالترتیب دینی اچھائی اور دینی برائی کے عمومی اور جامع تصورات کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ معروف کا مطلب ہر وہ فعل ہے جو سچے عقیدے کے عین مطابق ہو اور منکر ہر وہ فعل ہے جو خدا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکم کی مخالفت کرتا ہو۔

"والمومنون والمومنت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوہ ویئوتون الزکوہ ویطیعون اللہ ورسولہ" (التوبہ : ۷۱)

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں' وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں' زکوہ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت کرتے ہیں۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بیضاوی کے نزدیک اس آیت میں معروف سے مراد ایمان اور اطاعت ہے اور منکر کا مطلب کفر اور معاصی ہیں۔

"ولتکن منکم امہ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر، اولئک ھم المفلحون" (آل عمران : ۱۰۴)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف بلائے' معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

"کنتم خیر امہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتوءمنون باللہ" (آل عمران : ۱۱۰)

"تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

یاد رہے کہ انہی آیات میں اس بات کی بھی توثیق کی گئی ہے کہ صالح لوگ وہ ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں' نیک عمل کرتے ہیں' معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے منع کرتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۱۴)

"المنفقون والمنفقت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر وینھون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن المعروف ویقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ان المنفقین ھم

الفسقون" (التوبہ : ٦٧)

"منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہیں، منکر کا حکم دیتے ہیں اور
معروف سے روکتے ہیں۔ اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے ہیں،
اللہ نے ان کو بھلا دیا۔ بلاشبہ یہ منافق فاسق لوگ ہیں۔"

"نکر" کی اصطلاح عام طور پر لفظ منافق کے ساتھ آیا ہے۔ اب ہم چند ایسی مثالیں دیں گے جہاں یہ لفظ اس کے بغیر استعمال ہوا ہے۔ پہلی آیت خاص طور پر اہم ہے کیونکہ اس کا سیاق اگر حتمی طور پر غیر مذہبی نہیں تو اس لحاظ سے غیر ضرور ہے کہ اس کا براہ راست ایمان اور کفر سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں لفظ منکر نکر کے صیغے کی شکل میں استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ اس کا معنی بعینہ وہی ہے جو منکر کا ہے۔[٩]

"فانطلقا حتّی اذا لقیا غلما فقتلہ قال اقتلت نفسا زکیہ بغیر نفس لقد

جئت شئیا نکرا" (الکہف : ٧٤)

"پھر دونوں روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ایک لڑکے سے ملے۔ اس نے
اس (لڑکے) کو مار ڈالا۔ موسیٰؑ کہنے لگے، آپ نے ایک بے گناہ شخص کو بغیر
کسی نفس کے مار ڈالا۔ آپ نے تو بہت بے جا کام کیا۔"

ذیل کی آیت بنی اسرائیل میں کفار کے رویے کو بیان کرتی ہے۔

"لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود و عیسیٰ بن

مریم ؕ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون- کانوا لایتناھون عن

منکر فعلوھم لبئس ماکانوا یفعلون" (المائدہ : ٧٨-٧٩)

"داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں پر
لعنت کی گئی جنھوں نے کفر اختیار کیا، اس لیے کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی
اور حد سے نکل گئے۔ وہ کبھی ایک دوسرے کو منکر سے نہیں روکتے تھے۔
واقعی ان کا فعل بہت برا تھا۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگلی آیت میں لفظ منکر طلاق کے صیغے کے لیے استعمال ہوا ہے' جو ظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ بیویوں کو اس صیغے سے طلاق دیا کرتے تھے۔

"الذین یظھرو ن منکم من نسائھم ما ھن امھتھم، ان امھتھم الا الئی ولدنھم- وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا "(المجادلہ : ۲)

"جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی ان کو ماں سے تشبیہ دے کر علیحدگی اختیار کرتے ہیں) وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں صرف وہ ہیں جنھوں نے ان کو جنا۔ وہ منکر اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔"

یہ بات کہ اس آیت میں اور دیگر کئی مقامات پر معنویاتی طور پر منکر۔۔۔بے حیائی اور مذموم کے مفہوم سے بہت مماثلت رکھتا ہے' اس طرح بھی واضح ہوتی ہے کہ بعض آیات میں لفظ منکر اور فحشاء ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ بے حیائی کے تصور کے لیے فحشاء کا لفظ ہی آتا ہے۔

خیر اور شر

غالباً خیر نیکی کے لفظ کا قریب ترین عربی مترادف ہے۔ یہ بہت ہی جامع لفظ ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز لی جاتی ہے جو کسی بھی لحاظ سے وقیع' فائدہ مند اور پسندیدہ ہو۔ خود قرآنی آیات کے اندر بھی اس لفظ کے معنویاتی دائرہ دنیوی امور کے ساتھ ساتھ دینی عقائد کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ آیئے پہلے دنیوی امور کی مثالوں کا مختصر جائزہ لیں۔ ذیل میں پہلی آیت کا تعلق حضرت سلیمانؑ کی کہانی سے ہے۔ روایت کے مطابق ایک دن وہ اپنے خوبصورت گھوڑوں کے نظارے میں اتنے ڈوب گئے کہ شام کی نماز ادا کرنا بھول گئے۔ جب انہیں یاد آیا تو ایک شدید قلق نے ان کو آگھیرا اور یہ الفاظ ان کی زبان پر جاری تھے۔

"انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب"

(ص : ۳۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"واقعی میں مال کی محبت میں اپنے رب کی محبت سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔"

تاہم دنیوی امور کے بارے میں خیر کے استعمال کی سب سے نمائندہ مثال وہ آیات ہیں جن سے یہ لفظ مال اور دولت کا حقیقی مترادف لگتا ہے۔

"کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیه للوالدین والاقربین بالمعروف، حقا علی المتقین" (البقرہ : ۱۸۰)

"تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم کو موت قریب معلوم دینے لگے تو اگر اس نے کچھ مال (خیر) ترکے میں چھوڑا ہو تو وہ والدین اور اقارب کے لیے معروف کے طور پر وصیت کرے۔ خدا کا خوف رکھنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے۔"

ذیل کی آیت خاص طور پر اہم ہے کہ اس کے آخر میں خیر کے بدل کے طور پر لفظ مال استعمال ہوا ہے۔ جس سے بڑی صراحت سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ اس قسم کے سیاق میں دونوں الفاظ باہم متبادل استعمال ہو سکتے ہیں۔

"وما تنفقوا من خیر فان الله به علیم– الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرا وعلانیه فلهم اجرهم عند ربهم" (البقرہ : ۲۷۳-۲۷۴)

"اور تم جو مال (خیر) خرچ کرو گے تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔ جو لوگ رات اور دن اپنے اموال چھپا کر یا ظاہر خرچ کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔"

ذیل کی آیت بھی کم اہم نہیں کہ یہاں ایک ہی لفظ "خیر" واضح طور پر دہرا کام کرتا ہے۔ پہلے جملہ میں اس سے مراد مال و دولت ہے اور دوسرے میں نیک اعمال۔ یہاں یہ بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المعارف
ہیں۔

قابل ذکر ہے کہ ان معنوں میں لفظ "خیر" صالح کے تقریباً مترادف ہے۔

"یسئلونک ماذا ینفقون ط قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل - وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم" (البقرہ: ۲۱۵)

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ تم جو مال (خیر) خرچ کرو تو والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔ تم جو نیک کام (خیر) کرو گے، اللہ کو اس کی خبر ہے۔"

مال و دولت دنیا کی اچھی چیز کی علامت ہے۔ چونکہ دنیا کی نعمتوں یا دنیوی اقدار کی اقسام کی کوئی حد نہیں، اس لیے خیر ایسا لفظ ہے جس کے اطلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بہرکیف یہ پہلو فی الحال ہمارے مدنظر نہیں ہے۔ ہم خیر کے ایسے معنویاتی عناصر کا تجزیہ کریں گے جن کا سیاق براہ راست دین اور عقیدے سے متعلق ہے۔

اس میدان میں بھی خیر کے معانی کا دائرہ بہت وسیع ہے کیونکہ توقع کے عین مطابق انسان کے لیے جو چیز بھی مذہبی طور پر وقیع اور مفید ہے، وہ اس لفظ کے معنی میں شامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بجا طور پر لفظ "خیر" کو اخلاقی اصطلاحات کے دوسرے درجے میں شمار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

"قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر" (آل عمران: ۲۶)

"کہئے: اے اللہ! جو بادشاہت کا مالک ہے تو جسے چاہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت۔ تیرے ہاتھ میں ساری خیر ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ یہاں خیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتیں ہیں۔ اس کی مزید تائید اس سورہ کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتی ہے۔

"ان الفضل بیداللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم" (آل عمران : ۷۳-۷۴)

"بے شک فضل تو خدا کے قبضے میں ہیں' وہ اسے جسے چاہے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے' اس کے لئے اپنی رحمت خاص کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت فضل والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام

"ما یود الذین کفروا من اھل الکتب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم" (البقرہ : ۱۰۵)

"اہل کتاب میں سے کافر لوگ اور مشرکین ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی بھی خبر نازل ہو اور اللہ جسے چاہتا ہے' اس کے ساتھ اپنی رحمت خاص کر دیتا ہے اور اللہ بہت فضل والا ہے۔"

"وقیل للذین اتقوا ماذا انزل ربکم قالوا خیرا" (النحل : ۳۰)

"جو لوگ (اللہ سے) ڈرتے ہیں' ان سے (قیامت کے روز) کہا جائے گا کہ تمہارے رب نے تمہارے لیے کیا نازل کیا۔ وہ کہیں گے خیر۔"

"یؤتی الحکمہ من یشاء ومن یؤت الحکمہ فقد أوتی خیرا کثیرا" (البقرہ : ۲۶۹)

"اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے' عقل و حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی جائے' اسے بہت بڑی خیر مل گئی۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایمان اور عقیدہ

"یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری– ان یعلم الله فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفرلکم والله غفور رحیم" (الانفال : ۷۰)

"اے پیغمبر! آپ کے قبضے میں جو قیدی ہیں' ان سے کہہ دیجئے اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں ایمان (خیر) کا علم ہے تو تم سے (دنیا میں) جو لیا گیا ہے (آخرت میں) اس سے بہتر (خیر) عطا کرے گا اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے۔"

ایمان کے مثبت اثرات

"یوم یاتی بعض آیت ربک لاینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا" (الانعام : ۱۵۸)

"اس روز جب تمہارے رب کی بعض نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو اس روز کسی شخص کو اس کا ایمان لانا کوئی نفع نہ دے گا' جب وہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان کے ساتھ نیک عمل (خیر) نہ کیا ہو۔"

صالحات

"واقیموا الصلوہ واتوا الزکوہ، وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ ان اللہ بما تعملون بصیر" (البقرہ : ۱۱۰)

"نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ جو نیک کام (خیر) بھی تم اپنے لیے آگے بھیجتے ہو' وہ تم اللہ کے پاس پاؤ گے۔ بے شک جو عمل تم کرتے ہو' اللہ اسے دیکھتا ہے۔"

"ولکن لیبلوکم فی ما آتکم فاستبقوا الخیرات" (المائدہ : ۴۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تاکہ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے' اس سے تمہیں آزمائے۔ اس لیے تم نیک کاموں (خیرات) میں سبقت کرو۔ یہ سب نیک کاموں (خیرات) میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہم سے ڈر کر رہتے تھے۔"

اچھے مومن

"انا اخلصنھم بخالصه ذکری الدار وانهم عندنا لمن المصطفین الاخیار" (ص: ٤٦-٤٧)

"ہم نے ان کو خالص ذکر آخرت کے لیے مخصوص کر دیا' وہ ہمارے نزدیک ایک منتخب اور اچھے (اخیار) لوگوں میں سے ہیں۔"

جو مثالیں اوپر دی گئی ہیں' ان پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لفظ "خیر" کے مطالب کو جن کا تعلق دینی امور سے ہے۔ ان کی دو موٹی قسمیں ہیں: پہلی وہ اچھائی ہے جن کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور دوسری وہ اچھائی جو انسان کی پیدا کردہ ہے۔ ہر صورت میں بنیادی مطالب وہی رہتے ہیں یعنی ایسی چیز جو نازل شدہ مذہب کے نقطۂ نظر سے وقیع سمجھی جاتی ہے۔

اب ہم ان مثالوں کی طرف آتے ہیں جن میں لفظ خیر متضاد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ خیر کا سب سے عمومی متضاد شر ہے جو ان تمام مفاہیم میں خواہ وہ دینی ہوں یا غیر دینی جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ براہ راست متضاد ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کی آیت میں خیر سے مراد ہے دنیوی زندگی کی خوشی اور خوشحالی اور شر سے مراد بدحالی اور بدقسمتی۔

"لایسئم الانسان من دعاء الخیر وان مسه الشر فیئوس قنوط ولئن اذقنه رحمه منا من بعد ضراء مسته لیقولن هذا لی وما اظن الساعه قائمه" (حم السجده: ٤٩-٥٠)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المعا

"خیر کے لیے دعا سے انسان کا جی نہیں بھرتا۔ اگر اسے تکلیف (شر) پہنچتی ہے تو ناامید اور ہراساں ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو تکلیف (ضرا) کے بعد مہانی (رحمہ) کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو میرے لیے ہونا ہی چاہیے تھا اور مجھے خیال نہیں کہ قیامت قریب ہے۔"

خیر اور شر کے متعین معانی (اوپر کی) آیت نمبر ۴۹ میں ایک اور الفاظ کے جوڑے سے واضح ہوتے ہیں جو فوراً بعد کی آیت نمبر ۵۰ میں مذکور ہیں۔ یعنی رحمت اور ضراً (تکلیف' بدحالی)۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم میں خوشحالی اور بدحالی کا ذکر عام طور پر اس دنیا کے حوالے سے ایک آزمائش اور ابتلاء کے طور پر کیا گیا ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مومنوں اور کافروں میں تمیز قائم کرتا ہے۔

"کل نفس ذائقه الموت و نبلو کم بالشر و الخیر فتنه و الینا تر جعون"

(الانبیاء: ۳۵)

"ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا۔ ہم تم کو شر اور خیر سے آزماتے ہیں اور پھر تم سب کو ہماری طرف آنا ہے۔"

میں

اگلی دو آیات ہمارے موضوع کے لیے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ظاہری طور پر ان آیات میں صرف یہ ذکر ہے کہ دراصل نیکی اور بدی کا انسان کی پسند اور ناپسند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ کہ انسان کو ہمیشہ اس چیز کا فیصلہ ان کے انجام سے کرنا چاہیے۔ لیکن بالعکس دیکھیں تو اس آیت کا یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کا اچھا (خیر) یا برا (شر) ہونا دراصل انسان کے جبلی اور فطری ردعمل پر مبنی رکھا گیا ہے۔ یعنی آیا وہ اسے پسند کرتا ہے یا اس سے متنفر ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خیر اور شر کا معنی "پسند" اور "ناپسند" بھی ہے۔

تجزیہ
حسر

"کتب علیکم القتال و ھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شئیا و ھو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیر لکم وعسی ان تحبوا شئیا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون" (البقرہ: ۲۱۶)

"تم پر جنگ فرض کی گئی ہے اور تمہیں پسند نہیں۔ ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو تو وہ تمہارے لیے اچھی (خیر) ہو۔ اور ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند کرو اور تمہارے حق میں خرابی (شر) ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

"وعاشروھن بالمعروف، فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شئیا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" (النساء: ۱۹)

"اور ان کے ساتھ معروف طریقے سے گزر کرو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لیے بہت بڑا فائدہ (خیر کثیر) رکھ دے۔"

یہاں یہ بات کہنا غیر ضروری نظر آتا ہے کہ خیر اور شر میں بنیادی تضاد مذہبی سیاق میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ خیر اور شر سے بالترتیب اعمال اور کفر مراد لیے جاتے ہیں۔

"یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرہ شرا یرہ" (الزلزال: ۷-۸)

"اس روز (قیامت) لوگ مختلف گروہ بن کر نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھیں۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا۔"

بعض اوقات انہی معنی میں شر کی بجائے ایک اور لفظ سؤ استعمال ہوتا ہے جس کا تجزیہ ہم اگلی فصل میں کر رہے ہیں۔

حسن اور سوء

قرآن کریم میں ان دونوں مادوں کے بہت سے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ ذیل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم صرف چند اہم کا جائزہ لیں گے۔

ا۔ حسن

"خیر" کی طرح "حسن" کا دائرہ اطلاق بھی بہت وسیع ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جسے تقریباً ہر اس شے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے جو اچھی لگے۔ خوبصورت ہو، تسلی بخش اور قابل تعریف ہو۔ خیر کی طرح اس کا دائرہ بھی انسانی زندگی کے دینی اور دنیوی دونوں امور کو احاطہ کرتا ہے۔ چند مثالیں اس کی تائید کے لیے پیش ہیں:

> "ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا۔
> ان فی ذلک لآیه لقوم یعقلون" (النحل : ٦٧)
>
> "اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے تم نشہ اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں۔"

یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لفظ "حسن"، "لذیذ" اور "ذائقے میں پسندیدہ" کے تقریباً ہم معنی استعمال ہوا ہے۔

> "فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا" (آل عمران : ٣٧)
>
> "پس ان کے رب نے انہیں (حضرت مریمؑ کو) اچھی مقبولیت کے ساتھ قبول کیا اور انہیں اچھی نشوونما کے ساتھ بڑھنے دیا۔"

غور کریں کہ اس آیت میں حسن دو مرتبہ یکے بعد دیگرے آیا ہے۔ پہلی مرتبہ اس سے مراد وہ انعام کا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے ساتھ فرمایا۔ دوسری جگہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مریمؑ بڑی ہو کر شاندار صحت اور خوش اطوار خاتون بنیں۔

اگلی آیت میں یہ لفظ سماجی زندگی میں انسانوں کے درمیان مثالی تعلقات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مزید صراحت یہ کہ آیت میں انسانوں کے لیے یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ امن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسلامتی کے ساتھ گفتگو کریں تاکہ وہ اپنے درمیان امن کے تعلقات کو فروغ دیں۔

"وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن، ان الشیطن ینزغ بینھم– ان الشیطن کان للانسان عدوا مبینا" (بنی اسرائیل : ۵۳)

"اور آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کریں جو احسن ہو۔ شیطان ان میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔"

حسن کا لفظ "نفع بخش" اور "مفید" کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ خصوصاً تجارت اور معیشت کے حوالے سے قرآن کریم میں انہی معنی کو نیک اعمال کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ نیک عمل کر کے انسان اللہ تعالیٰ کو ایک نفع بخش قرض دیتا ہے۔

"من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرہ واللہ یقبض ویبصط والیہ ترجعون" (البقرہ : ۲۴۵)

"کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر کئی گنا کر دے گا۔ اللہ کمی کرتے ہیں اور فراخی کرتے ہیں اور تم اسی کی طرف لے جائے جاؤ گے۔"

"ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضا حسنا یضعف لھم ولھم اجر کریم" (الحدید : ۱۸)

"بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور انہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اسے دگنا کر دے گا اور ان کے لیے پسندیدہ اجر ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو "اچھا وعدہ" فرماتے ہیں کیونکہ اس میں انسان کے ساتھ بہت سی بھلائیوں کا وعدہ ہے۔ بشرطیکہ انسان ان کی شرائط کو پابندی کے ساتھ پورا کرے۔

"قال یقوم الم یعدکم ربکم وعدا حسنا" (طہ : ۸۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اور فرمایا اے قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے "اچھا وعدہ" نہیں کیا تھا۔"

"افمن وعدنہ وعدا حسنا فھو لاقیہ کمن متعنہ متاع الحیوہ الدنیا ثم ھو یوم القیمہ من المحضرین" (القصص : ٦١)

"بھلا وہ شخص جس نے "پسندیدہ وعدہ" کر رکھا ہے' پھر وہ اسے پانے والا ہے۔ کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ دے رکھا ہے۔ پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں سے ہو گا جو گرفتار کر کے لائے جائیں گے۔"

قرآن کریم میں اور بھی بہت سی چیزوں کو حسن کہا گیا ہے لیکن ہمارے مقصد کے لیے اتنی مثالیں کافی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ معنویاتی نقطۂ نظر سے "اچھے عمل" کو نیکی کے مفہوم میں بیان کرنے کے لیے "حسن" کا مونث صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۲۔ حسنہ

حسنہ صفت حسن کا مونث صیغہ ہے۔ مونث کا صیغہ مستقل اسم کے طور پر استعمال ہوا ہے اور اس سے کوئی بھی ایسی چیز مراد ہے جو اس صفت کی خاصیت رکھتی ہو۔ ہم یہاں شروع میں یہ ذکر کرنا چاہیں گے کہ یہ لفظ ان معنی میں بعض مقامات پر خیر کے عین مترادف نظر آتا ہے۔ خواہ اس کا دائرہ اطلاق دنیوی ہو یا دینوی۔ ذیل کی آیت میں سے یہ بات بہت خوبصورتی سے واضح ہوتی ہے۔

"ومنھم من یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنہ وفی الآخرہ حسنہ وقنا عذاب النار" (البقرہ : ٢٠١)

"ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی اچھائی عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت میں حسنہ صریحاً خوشی' خوشحالی' خوش قسمتی اور اس سے ملتے جلتے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ان معانی میں قرآن کریم میں یہ الفاظ ہمیشہ اپنے مقابل سیئہ کے ساتھ مرکب کے طور پر آتا ہے۔ چند مثالیں پیش ہیں:

"ان تصبهم حسنه يقولوا هذه من عندالله وان تصبهم سيئه يقولوا هذه من عندک قل كل من عندالله" (النساء : ۷۸)

"اگر ان کو اچھائی ملے تو کہتے ہیں' یہ اللہ کی طرف سے ہے اور برائی آئے تو کہتے ہیں' یہ تمہاری طرف سے ہے۔ انہیں کہیں یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔"

"ان تمسسكم حسنه لتسئوهم وان تصبكم سئيه يفرحوابها" (آل عمران : ۱۲۰)

"اگر تمہیں اچھائی ملے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں برائی ملے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔"

حسنہ اور سیئہ بعض اوقات دونوں جمع کی شکل میں بھی آتے ہیں۔

"وبلونهم بالحسنت والسئيات لعلهم يرجعون" (الاعراف : ۱۶۸)

"ہم نے ان کو خوش حالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا' شاید باز آجائیں۔"

یاد رہے کہ ہم اس سے قبل خیر اور شر کا اللہ کی طرف سے آزمائش کے طور پر ذکر کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا "خیر" اپنے طور پر بہت ہی جامع لفظ ہے لیکن اسے بہت ہی محدود مذہبی مفہوم میں "نیک عمل" کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حسنہ بھی بالکل انہی معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

"ان الله لايظلم مثقال ذره وان تک حسنه يضعفها ويؤت من لدنه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجرا عظیما" (النساء : ٤٠)

"بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر ایک نیکی ہو گی تو اسے کئی گنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیں گے۔"

یہ بات خاص طور پر اس وقت صادر آتی ہے جب یہ لفظ صریحاً سئیہ کے مقابل استعمال ہو رہا ہے۔ اس صورت میں سئیہ کا مفہوم عام برائی کے بجائے "بے دینی" ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار مثالیں ہیں۔

"جو شخص نیکی (نیک کام) لے کر آئے گا (تو قیامت کے دن) اسے اس سے بہتر (انعام) ملے گا اور اس روز وہ دہشت اور گھبراہٹ سے محفوظ ہو گا۔ اور جو ابدی (برا کام) لے کر آئے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔"

"نیک کام پیش کرنے" کی ترکیب کی جگہ اسی مادے سے متعدی فعل احسن (نیک کام کرنا) استعمال ہوا ہے۔ اس فعل کا ہم آگے چل کر تجزیہ کریں گے۔ یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے "الذی احسن" کا مطلب ہے "وہ جو حسنہ کرے" اور صریحاً یہاں حسنہ بہت واضح طور پر سئیہ کا متضاد ہے۔

"للذین احسنوا الحسنی وزیادہ ولایرھق وجوھھم قترہ ولا ذلہ اولئک اصحب الجنہ ھم فیھا خلدون والذین کسبوا السئیت جزاء سئیہ بمثلھا وترھقھم ذلہ" (یونس : ٢٦-٢٧)

"جن لوگوں نے نیکی کی ہے، ان کے لیے خرابی ہے اور مزید بھی۔ ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی نہ ذلت ہو گی۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ جن لوگوں نے برے کام کیے، ان کو ہر برائی کا بدلہ اس کے برابر ملے گا اور ان پر ذلت غالب ہو گی۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ احسن

فعل احسن (مصدر احسان) قرآن کریم کی اخلاقی اصطلاحات میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ عام طور پر اس کا مطلب نیکی کرنا ہے لیکن فی الحقیقت قرآن کریم میں اس کا استعمال دو خاص قسم کے نیک اعمال کے لیے ہوتا ہے۔

(۱) اللہ سے مکمل تقویٰ کا تعلق اور وہ تمام انسانی اعمال جو اس بنا پر سرزد ہوتے ہیں۔

(۲) تمام وہ اعمال جن کے پیچھے حلم کی روح کارفرما ہوتی ہے۔

آیئے پہلے ہم ان خیالات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں احسان قریب قریب تقویٰ اور عبادت کے معنوں میں یا زیادہ واضح لفظوں میں "خوف خدا" کے معنوں میں آیا ہے۔

"انه من یتق و یصبر فان الله لایضیع اجر المحسنین" (یوسف : ۹۰)

"واقعی جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہاں لفظ احسان کے معنویاتی عناصر "خوف خدا" اور "صبر" ہیں اور یہ دنوں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ "مومن" کی خصوصیات کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ اگلی آیت میں لفظ محسن (احسان کا اسم فاعل) لفظ متقی کے مساوی استعمال ہوا ہے۔ جبکہ اپنے اصلی معنوں میں یہ بہت واضح طور پر نیکی اور عبودیت کے افعال کو بیان کرتا ہے۔

"ان المتقین فی جنت وعیون اخذین ماآتھم ربھم انھم کانوا قبل ذلک محسنین، کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون وبالا سحارھم یستغفرون وفی اموالھم حق للسائل والمحروم" (الذریت : ۱۵-۱۹)

"بے شک متقی لوگ جنتوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے جو ان کو عطا کیا ہو گا' اسے لے رہے ہوں گے۔ وہ لوگ اس سے قبل نیکو کار تھے' وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب استغفار کرتے تھے۔ ان کے اموال میں سوالی اور محتاج کا حق تھا۔"

یہ بات کہ ان مقامات میں احسن عملی طور پر "نیک اعمال کرنے" کے مترادف ہے' ذیل کی دو آیات سے بھی واضح ہوتی ہے۔

"للمحسنین الذین یقیمون الصلوہ ویوتون الزکوہ وھم بالآخرہ ھم یوقنون۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون" (لقمٰن: ۳-۵)

"نیکو کاروں کے لیے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوہ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

"ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت انا لانضیع اجر من احسن عملا" (الکہف: ۳۰)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے' جو اچھی طرح کام کرے۔"

ہم یہاں یہ اضافہ کرتے چلیں کہ حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے احکام خداوندی کی مکمل اطاعت کرتے ہوئے اپنے چہیتے بیٹے (مصنف نے یہاں حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھا ہے) کو قربان کرنے کی کوشش کی۔ ان کا یہ فعل بھی محسن کی ذیل میں بیان ہوا ہے۔

"ونادینه ان یابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ انا کذلک نجزی المحسنین" (الصفت: ۱۰۴-۱۰۵)

"ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیمؑ! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا' ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔"

چنانچہ یہ بات قطعاً قابل تعجب نہیں کہ بعض اوقات "محسن" کا فریا اس سے ملتے جلتے معنویاتی مماثل الفاظ کے متضاد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

"فاثابهم الله بما قالوا جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها وذلك جزاء المحسنين والذين كفروا وكذبوا باياتنا اولئك اصحب الجحيم" (المائده : ۸۵-۸۶)

"سو اللہ تعالیٰ ان کے قول کے بدلے میں باغات عنایت کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ نیکو کاروں کا یہی بدلہ ہے۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا' وہ دوزخ کے لوگ ہیں۔"

"وهذا كتب مصدق لسانا عربيا لينذر الذين ظلموا وبشرى للمحسنين" (الاحقاف : ۱۲)

"یہ کتاب جو عربی زبان میں تصدیق کرتی ہے تاکہ جنہوں نے ظلم کئے' انہیں ڈرائے اور نیکو کاروں کو خوشخبری دے۔"

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ احسان کا ایک اور اہم مفہوم دوسروں کے ساتھ محبت کا رویہ بھی ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ اس سے مراد ایسے عمل ہیں جن کے پیچھے حلم کا بنیادی رویہ کار فرما ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت سے یہ حقیقت بہت صراحت سے سامنے آتی ہے کہ احسان حلم کے جذبے کا سب سے بدیہی اظہار ہے۔

"وجنه عرضها السموت والارض اعدت للمتقين الذين ينفقون فى السراء والضراء والكظمين الغيظ والعفين عن الناس والله يحب المحسنين" (آل عمران : ۱۳۳-۱۳۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اور ایسی جنت جس کی وسعت زمین و آسمان جیسی ہے' یہ ایسے متقین کے لیے تیار کی گئی ہے جو فراغت میں اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں۔ غصے کو ضبط کرتے ہیں' لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔"

جو شخص ہمیشہ غریبوں کی مدد کے لیے تیار ہو' جسے غصہ کم آئے' انتقام کی بجائے صبر اور عفو پر آمادہ ہو' وہ حلم کا عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ اگلی آیت میں بھی احسان اور حلم کے درمیان قریبی ربط کو ظاہر کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ جاہلیت کے رویہ کے عین برعکس ہے۔

"ولاتزال تطلع علی خائنه منهم الا قليلا منهم فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين" (المائده : ۱۳)

"آپ کو آئے دن ان کی خیانت کا پتہ چلتا رہے گا' سوائے چند لوگوں کے۔ پس آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔"

قرآن کریم والدین کے ساتھ نرمی کی تاکید کرتے نہیں تھکتا' چاہے اس کا صرف یہ سبب ہو کہ "اس کی ماں نے اسے بہت تکلیف کے ساتھ اسے پیٹ میں رکھا اور بہت تکلیف سے جنم دیا۔" (الاحقاف: ۱۵)۔ والدین کے ساتھ نیکی کر رویے کو احسان کا نام دیا گیا ہے:

"وقضى ربک ألاتعبدوا الاایاه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندک الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولاتنهر هما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمه وقل رب ارحمهما كما ربينى صغيرا" (بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس اس میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی اف تک نہ کہنا اور ان کو نہ جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ ان کے سامنے شفقت سے جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے میری چھوٹے ہوتے ہوئے پرورش کی۔"

مندرجہ بالا آیت کا آخری حصہ بہت واضح طور پر زیر بحث نرم سلوک کی اصل نوعیت کو بیان کرتا ہے۔

قرآن کریم کی روحانی فضا کے تقاضے کے مطابق جس میں نمایاں طور پر نیکی اور حسن سلوک پر زور دیا گیا ہے، احسان کے مفہوم میں یہ شدید رجحان پایا جاتا ہے کہ محبت اور شفقت کے وسیع مفہوم میں خیرات کی فیاضی کو بھی شامل کرے۔ اس کی چند مثالیں ہم اوپر دیکھ چکے ہیں۔ ذیل کی مثال احسان کے معنویاتی عناصر میں فیاضی کے عنصر کو غالباً زیادہ صراحت سے سامنے لاتی ہے کیونکہ اس کے بالمقابل بخل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

"وبالوالدين احسانا وبذی القربی واليتمی والمسكين والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وما ملكت ايمانكم ان الله لا يحب من كان مختالا فخورا الذين يبخلون ويامرون الناس بالبخل ويكتمون ما اتهم الله من فضله"

(النساء: ٣٦-٣٧)

"اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور نزدیک اور دور کے پڑوسیوں، اور ہم مجلس اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں رکھتا جو کنجوسی کرتے ہوں اور کنجوسی سے کا حکم دیتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے' اسے چھپاتے ہیں۔"

۲۔ سیئہ

حسنیٰ کی طرح سیئہ بھی اسم صفت کا تانیث کا صیغہ ہے۔ جو قرآن کریم میں زیادہ تر اسم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اسم صفت کا صیغہ سیئ ہے جو سورہ فاطر میں آیا ہے۔ اس سے مادہ سوٴ کا قرآنی مفہوم بہت کھل کر واضح ہوتا ہے۔

"واقسموا بالله جهد ايمانهم لئن جاء هم نذير ليكونن اهدى من احدى الامم فلما جاء هم نذير مازادهم الانفورا استكبارا فى الارض ومكر السيئى والايحيق المكر السيئى الاباهله" (فاطر : ٤٢-٤٣)

"اور انہوں نے بہت زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آیا تو دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور بری سازشوں کی وجہ سے ان کی نفرت بڑھ گئی۔ اور بری سازشوں کا وبال ان تدبیر والوں پر ہی پڑتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ المکر السیئی (یعنی بری سازشیں) سے وہ کوششیں مراد ہیں جو کافر دشمن' حضرت محمد ﷺ کے پیغام توحید کو ناکام کرنے کے لیے کر رہے تھے۔ آیئے اب ہم اس کے مونث کے صیغے یعنی سیئہ کا جائزہ لیں۔ یاد رہے کہ اوپر حسنہ کے ضمن میں ہم جزوی طور پر اس لفظ کا تجزیہ پیش کر چکے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ سیئہ دو بالکل مختلف مفاہیم کو بیان کرتا ہے۔ ایک طرف تو اس کا مطلب ہے' انسانی زندگی میں ناپسندیدہ تبدیلیاں اور وہ تمام مصائب اور بدنصیبیاں جو انسان کو پیش آسکتی ہیں۔ دوسری طرف اس سے مراد وہ برا کام ہے جو مشیت الٰہی کے خلاف سرزد ہوا ہو۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے مفہوم کو اکثر معصیت یا نافرمانی بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی فکر کے نقطۂ نظر سے یہ بہت اہم بات ہے کیونکہ سیئہ کے اس دہرے معنی کی وجہ سے بعد میں قدریہ اور معتزلہ کے بنیادی اصول کے حوالے سے بہت ہی اہم کلامی مسائل پیش آئے۔

ماتریدی متکلم البیاضی نے اس موضوع پر بہت دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ معتزلی متکلم الجبائی کا کہنا ہے کہ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ بعض اوقات لفظ سیئہ آفت (بلیہ) اور آزمائش کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ گناہ (ذنب) اور نافرمانی (معصیت) کے مفہوم میں آتا ہے۔ یہ بھی یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل آیت میں سیئہ کو اپنی طرف منسوب کر کے فرماتے ہیں کہ "ہر شے اللہ کی طرف سے آتی ہے۔" (النسائ:۷۸)۔ ظاہر بات ہے کہ ان دونوں بیانات میں تطبیق پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ ان کا باہمی تناقض اور تضاد دور ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ سیئہ کی نسبت جب خدا کی جانب ہو تو اس کا مطلب بدحالی اور بدقسمتی ہے اور جب انسان سے منسوب ہو تو اس کا مطلب نافرمانی ہے۔[۹]

آپ دیکھ رہے ہیں کہ الجبائی نے سیئہ کے دہرے معانی کو بہت ہشیاری سے یہ ثابت کرنے کے لیے دلیل بنایا ہے کہ نافرمانی یعنی کفر کی نسبت اللہ کی طرف ناممکن ہے کیونکہ وہ عادل خدا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ البیاضی جو حنفی المذہب ہے' اس تفریق کی پرزور تردید کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایمان ہو یا کفر ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر قرآن کریم میں حسنہ کا استعمال عمومی مفہوم میں ہے تو سیئہ کو بھی عام مفہوم میں لینا ہو گا۔

بہرصورت یہ بات یقینی ہے کہ قرآن کریم میں لفظ سیئہ بعض اوقات "بدقسمتی" اور بعض اوقات "برے کام" کے مفہوم میں آیا ہے۔ آئیے اس دوسرے مفہوم کا مزید غور سے جائزہ لیں۔

زیادہ تر ایسا لگتا ہے کہ سیئہ کفر کا نتیجہ ہے۔ مندرجہ ذیل آیت سے یہ بات بہت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھی طرح واضح ہوتی ہے:

"ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا ومثله معه لافتدوا به من سوء العذاب یوم القیمه وبدالهم من الله مالم یکونوا یحتسبون وبدالهم سیات ماکسبوا وحاق بهم ماکانوا به یستهزون- فاذا مس الانسان ضردعانا ثم اذا خولناه نعمه منا قال انما اوتیته علی علم بل هی فتنه ولکن اکثرهم لایعلمون قد قالها الذین من قبلهم فما اغنی عنهم ماکانوا یکسبون فاصابهم سیآت ماکسبوا والذین ظلموا من هولاء سیصبهم سئیات ماکسبوا وماهم بمعجزین"

(الزمر: ۴۷-۵۱)

"اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی چیزیں ہوتیں اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور ہوتیں تو وہ قیامت کے روز عذاب کی سختی سے بچنے کے لیے دے ڈالتے۔ اللہ کی طرف سے ان کے ساتھ وہ معاملہ پیش آئے گا' جس کا انہیں گمان بھی نہیں۔ انہوں نے جو برے اعمال کئے ہوں گے' سب ظاہر ہو جائیں گے۔ اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے' وہ ان کو آگھیرے گا۔ پھر جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے۔ پھر ہم جب اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے' یہ تو مجھے میری تدبیر سے ملی ہے۔ بلکہ یہ آزمائش ہے' لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ یہ بات ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہی تھی لیکن ان کے اعمال ان کے کام نہ آئے۔ ان کے برے اعمال نے ان کو آپکڑا۔ ان میں سے جو ظالم ہیں' ان کی بداعمالیاں بھی ان کو گھیرنے والی ہیں اور وہ اس سے بچ نہیں سکتے۔"

اگلی آیت میں سونے کے بچھڑے کا ذکر ہے جو حضرت موسیٰؑ کی قوم نے بنایا تھا اور اس کی پوجا کرنے لگے تھے۔ چنانچہ یہ واضح ہے کہ جیسا کہ البیضاوی نے لکھا ہے کہ یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برے اعمال سے کفر اور معصیت کے کاموں کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں لی جا سکتی، جن میں وہ مبتلا ہو گئے تھے۔

"ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلہ فی الحیوہ الدنیا وکذلک نجزی المفترین والذین عملوا السیئت ثم تابوا من بعدھا وامنوا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم" (الاعراف : ۱۵۳)

"بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کی۔ ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے اسی دنیا کی زندگی میں غضب اور ذلت آ پہنچے گی۔ ہم افترا پردازوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور جن لوگوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے تو تمہارا رب اس کے بعد معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض اوقات سیئہ صالح کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ لفظ "صالحہ" کے بارے میں بحث اوپر گزر چکی ہے۔ سیئہ اور صالحہ کے درمیان تعلق کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ یہاں ہم ایک اور مثال کا ذکر کرتے ہیں۔

"والذین آمنوا وعملوا الصلحت لنکفرن عنھم سیاتھم ولنجزینھم احسن الذی کانوا یعملون" (العنکبوت : ۷)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، ہم ان کے گناہ (سیئات) ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کا زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔"

اس آیت میں کفر سیئات (گناہ دور کرنا، مٹا دینا) کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، وہ ایک اور بہت ہی اہم آیت میں مومنوں کی دعا کے ایک حصے کے طور پر بیان ہوا ہے۔

"ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار" (آل عمران : ۱۹۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اے اللہ! پھر ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہمارے گناہوں کو ہم سے زائل کر دے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔"

مفسرین یہاں عام طور پر "ذنوب" اور "سیئات" میں فرق کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ "ذنوب" سے مراد کبیرہ گناہ ہیں اور "سیئات" سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ اس تشریح کی تائید مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے۔

"ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنه نکفر عنکم سیاتکم و ندخلکم مدخلا کریما" (النساء : ٣١)

"اگر ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیوں کو زائل کر دیں گے اور تمہیں ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے۔"

اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے درمیان بہت ہی اہم اختلاف کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف "درجے" اور "نوعیت" دونوں لحاظ سے ہے۔ درحقیقت یہ فرق ایک بہت ہی نازک موقف پر قائم ہے کیونکہ بہرحال کبیرہ گناہ کی حتمی اور یقینی تعریف کرنا مشکل ہے۔ تاہم ایک بات کسی بھی شک و شبہ سے بالاتر نظر آتی ہے۔ اسی سورت میں چند آیات کے بعد ہمیں مندرجہ ذیل صریح عبارت ملتی ہے۔

"ان الله لایغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذلک لمن یشاء و من یشرک بالله فقد افتری اثما عظیما" (النساء : ٤٨)

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور وہ اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے ہر چیز معاف کر سکتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم شرک کو سب سے بڑا نا قابل معافی گناہ شمار کر سکتے ہیں۔ لیکن اگرچہ اس مخصوص صورت میں یہ بلاشک و شبہ صحیح ہے لیکن کسی بھی صورت میں اس سے یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ شرک کا مفہوم لفظ سیئہ میں شامل نہیں ہے۔ درحقیقت ہم اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں کہ سونے کے بچھڑے کی پرستش کے ضمن میں لفظ "سیئہ" استعمال ہوا ہے۔ جو یقیناً شرک کی بہت ہی نمایاں مثال ہے۔ ایک اور آیت میں ان اعمال کا ذکر کرنے کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے صریحاً منع کیا ہے، قرآن کریم یہ فیصلہ سناتا ہے۔

"کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا" (بنی اسرائیل : ۳۸)

"یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔"

اس آیت میں جو فہرست دی گئی ہے، وہ مختصراً یوں ہے کہ

(۱) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کا قتل

(۲) زنا

(۳) بلاوجہ قتل

(۴) یتیموں کے جائز مال میں غبن

(۵) تجارت میں بددیانتی

(۶) غرور اور تکبر

ان میں سے بعض تو کبائر کی فہرست میں شامل ہی ہیں۔ ہم یہاں اس فعل لواطت کو بھی اس فہرست میں شامل کر سکتے ہیں جو سورہ ھود کی آیت نمبر ۲۰ میں سیئہ کے نام سے مذکور ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں، قرآن کریم میں لواطت کا ذکر اکثر ایسے افعال کے طور پر ہوا ہے جو اللہ کی نظر میں ہر اس فعل سے زیادہ قابل مذمت ہے جو کائنات میں کسی بھی مخلوق سے سرزد ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی:

۱۔ معروف ''منکر'' اور ''خیرات'' کا تجزیہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

۲۔ صریحاً یہ زمانہ جاہلیت کی رسم یا حرمت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ جب کوئی عرب کسی چیز کی تلاش میں نکلتا اور اسے پائے بغیر واپس لوٹتا تو وہ اپنے گھر یا خیمے میں پچھلی طرف سے داخل ہوتا تاکہ نحوست سے بچ سکے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شریف المرتضیٰ: امالی' جلد اول' ص ۳۷۷۔

۳۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ ناپ تول میں انصاف کے اس تصور کا اطلاق ''میزان'' (آسمانی ترازو) پر بھی کیا گیا ہے' جو قیامت کے روز استعمال ہو گا۔

"ونضع الموازين القسط ليوم القيمه فلا تظلم نفس شيئا و ان كان مثقال حبه من خردل اتينا بها و كفى بنا حاسبين" (۲۱ : ۴۷)

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔''

۴۔ ''فاحشہ'' معنوی تجزیہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

۵۔ ''منکر'' کا معنوی تجزیہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

۶۔ مثلاً دیکھیے تفسیر بیضاوی' سورہ البقرہ' آیت ۲۳۲۔

۷۔ روبن لیوی: دی سوشل سٹرکچر آف اسلام (کیمبرج' ۱۹۵۷ء)' ص ۱۹۴۔

۸۔ بالکل اسی طرح معروف کی جگہ عرف کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عرف اور نکر' معروف اور منکر کی طرح الفاظ کا جوڑا ہیں۔ ہم قدیم شاعری سے اس کی مثال تران بن عمرو بن عبدالمناف کے شعر سے دے سکتے ہیں۔

اهل الحلوم اذا الحلام هافات
والعرف فی الاقوام والنکر

''وہ راست فکر لوگ ہیں جب کہ دوسرے لوگ قوت فیصلہ کھو بیٹھیں' وہ تمام قبائل (دوستوں سے) عرف کا سلوک کرنے والے ہیں۔ اور (دشمنوں سے) نکر کا۔''

(ابو تمام: حماستہ' ج ۳ ص ۳۴)

۹۔ کمال الدین احمد البیاضی: اشارہ المرام من عبارہ الامام (قاہرہ: ۱۹۴۹ء)' ص ۳۱۰۔

© rasailojaraid.com